عوام الناس پر بھی خدا کا قہر ٹوٹتا ہے کیونکہ وہ اپنے فاسد دماغ سرداروں کا بدن بنتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍ جولائی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۷﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۸﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۹﴾ (الاحزاب: ۶۷-۶۹)

پھر فرمایا:

ان کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن ان کے بڑے بڑے آدمیوں کو آگ پر الٹایا پلٹایا جائے گا اور وہ کہیں گے اے کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے اور عام لوگ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی، پھر انہوں نے ہم کو اصل راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دہرا عذاب دے اور ان کو اپنے رحم سے دور کر دے۔

جب سے میں نے مباہلہ کا چیلنج دیا ہے بارہا دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے اور فکر پیدا ہوئی کہ بہت سے پاکستان کے عوام ایسے ہیں جو بالکل بے خبر ہیں اور اندھا دھند آنکھیں بند کر کے اپنے بڑوں کی پیروی کر رہے ہیں اور براہ راست ان کو کچھ بھی علم نہیں کہ یہ دعویدار یعنی بانی سلسلہ احمدیہ حضرت

اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سچے تھے کہ جھوٹے تھے ان کا کیا حال تھا اور آنکھیں بند کر کے اپنے بڑوں کے پیچھے لگ کر اپنے لئے خدا کی ناراضگی کو دعوت دے رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے مجھ سے اس بات کا اظہار کیا کہ جتنے بڑے ہیں۔ جو سارے اس میں ملوث تھے جن میں حکومت پاکستان کی نیشنل اسمبلی بلکہ وہ پہلی نیشنل اسمبلی جو بھٹو صاحب کے زمانے میں تھی جس نے اس سلسلہ کا آغاز کیا ہے ان سب کو مباہلے میں شامل کرنا چاہئے کیونکہ یہ وہ ملک اور قوم کے نمائندے ہیں جنہوں نے تکذیب میں بڑی جرأت کی ہے۔ اس وقت بھی جب ایسا ذکر ہوا یا مجھے خود اس کا خیال آیا تو میں عمداً اس بات سے باز رہا۔ چنانچہ نہ خطبات میں نہ بعد میں جو مباہلہ کا چیلنج شائع کیا گیا ہے اس میں ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ واقعۃً قوم کے نمائندے تھے۔ کم سے کم ۱۹۷۴ء کی اسمبلی کے نمائندے تو بہر حال قوم کے نمائندے تھے۔ بعد کی اسمبلی کے نمائندے ہوں یا نہ ہوں اس سے بحث نہیں لیکن وہ اسمبلی جس نے تکذیب کی بنیاد ڈالی ہے، جس نے ملک کے قانون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب کو داخل کیا ہے وہ بہر حال نمائندہ تھے اور اگر نمائندوں کو شامل کر لیا جائے اور وہ اپنی نادانی اور جہالت میں اسے قبول کر لیں تو ساری قوم خدا کے عذاب کی چکی میں پیسی جاتی ہے۔ یہ وہ فکر تھا جس کی وجہ سے میں نے عمداً ان کو مخاطب نہیں کیا اور محض ان علماء تک بات رکھی جو اپنے زعم میں قوم کے نمائندے ہیں لیکن ان کے پیچھے چلنے والا ٹولہ چھوٹا ہے، تھوڑا ہے اور جب بھی ملک میں انتخابات ہوتے ہیں ان کی یہ نمائندگی ننگی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سینکڑوں نمائندوں میں سے بمشکل گنتی کے چند مولوی ہیں جن کو چنا جاتا ہے۔ تو اس پہلو سے اگر وہ مباہلہ کو قبول کر لیں تو خدا کے عذاب کا دائرہ محدود رہے گا۔ میرے پیش نظر یہ حکمت تھی لیکن بہر حال جب میں نے مزید اس مسئلے پر غور کیا تو بعض اور افسوسناک پہلو ایسے سامنے آئے جس کی وجہ سے عوام الناس کیلئے میری فکر مندی بڑھتی چلی گئی۔ مجھے یہ خیال آیا کہ جب بھی مصائب کی چکی چلتی ہے تو بیچارے غریب عوام ہی پیسے جاتے ہیں۔ جب ملک میں فساد ہوتے ہیں تو عوام ہی کے گلے کٹتے ہیں انہیں کے گھر بموں کے دھماکوں سے اڑتے ہیں، انہی پر چھرے چلائے جاتے ہیں، محلوں کے محلے آگ کی نظر کر دیئے جاتے ہیں جہاں غریب بستے ہیں۔ پھر یہ کیا وجہ ہے کہ غریب پر ہی قہر ٹوٹتا ہے، خواہ بندوں کا قہر ہو یا بظاہر خدا کا قہر ہو۔ خدا کے قہر کی پہچان تو خدا والوں کو ہی ہو سکتی ہے لیکن دنیا میں عرف عام میں بعض بلاؤں کو خدا کا قہر کہا جاتا ہے

اس لئے میں نے ''بظاہر'' کا لفظ استعمال کیا کہ بندوں کا قہر ہو یا بظاہر خدا کا قہر ہو غریب عوام پر ہی ٹوٹتا ہے تو کیسے ان کو اس مصیبت سے الگ کیا جاسکتا ہے اور کیا یہ غرباء پر ظلم اور زیادتی نہیں؟

اس مسئلے پر غور کرتے ہوئے جب قرآن کریم کی بعض آیات پر نظر ڈالی تو اس مضمون کو قرآن کریم نے خوب کھول کر بار بار بیان فرمایا ہے اور کوئی شُبہ کی بات باقی نہیں رہنے دی۔ قیامت کے دن ان غرباء کا یہ عذر قبول نہیں کیا گیا، ان عوام الناس کا یہ عذر قبول نہیں کیا گیا کہ ہم تو لاعلم لوگ تھے، نادان تھے، پیچھے چلنے والے تھے، ہمارے بڑوں نے یہ حرکتیں کیں، ہمارے بزرگوں نے ہمیں اس طرف ڈالا ہمارا کیا قصور ہے؟ اور بعض آیات سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے اپنا قصور تو تسلیم کیا لیکن یہ کہا کہ ان کو دوہرا عذاب دو ہمیں اس کا بھی لطف آئے کیونکہ یہ بد بخت جو ہمیں گمراہ کرنے والے ہیں یہ اس بات کے سزاوار ہیں کہ ان کو ہم سے دوگنا عذاب دیا جائے۔ لِكُلٍّ ضِعْفٌ (الاعراف:۳۹) قرآن کریم کا یہ جواب ہے کہ جو عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اس کو پتا چلتا ہے کہ عذاب کیا ہے ہر شخص جو عذاب میں ڈالا جاتا ہے وہ دگنا ہی سمجھتا ہے اپنے عذاب کو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو دگنا نہیں دیا جائے گا۔ فرمایا ہر شخص جو عذاب میں مبتلا ہے عذاب میں مبتلا ہونا ہی ایک ایسی مصیبت کی بات ہے کہ وقت نہیں کٹتا پھر ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ مجھے دوگنا عذاب دیا جارہا ہے تو کیا وجہ ہے؟ میں نے پھر سوچا کہ آخر یہ غرباء کیوں بیچارے پیسے جاتے ہیں تو مجھے اس کی حکمت یہ سمجھ آئی کہ قوم ایک بدن کی طرح ہوتی ہے اور اگر بدن میں دماغ پھر جائے اور ٹیڑھی سوچیں سوچنے لگے یا دل کج رو ہو جائیں اور شرارت پر آمادہ ہوں جب تک ہاتھ اور پاؤں ان کا ساتھ نہ دیں، دماغ کی سوچ شرارت پیدا نہیں کرسکتی اور دل کی کجی کوئی شرارت پیدا نہیں کرسکتی بالکل بے بس ہو جاتے ہیں۔ پس جہاں بھی کوئی شخص فالج زدہ ہو وہاں اس کی سوچ خواہ نیک ہو یا بد ہو اس کا اشارہ بھی کوئی اس کے اعضاء میں ظاہر نہیں ہوتا۔ تو درحقیقت شرارت کی سوچ کافی نہیں ہے۔ شرارت کی سوچ کیلئے ایک بدن چاہئے اور بدنصیبی ہے کہ غرباء یہ بدن مہیا کرتے ہیں۔ عوام الناس ہاتھ پاؤں بن جاتے ہیں ان شریروں کے۔

چنانچہ اب جب اس مسئلے کو حل کرتے ہوئے اس پہلو سے جب فسادات پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ عقدہ کھلتا ہے کہ غریب کا گلا غریب کاٹ رہا ہوتا ہے۔ امیروں کے محلے سے امراء نہیں آتے ان پر گولیاں چلانے کیلئے۔ وہ غریب ہیں انہیں گلیوں کے جو اپنے بھائیوں کا گلا کاٹ رہے ہوتے

ہیں۔غریبوں کے محلے سے ہی وہ تیلیاں لے کر چلنے والے نکلتے ہیں جو گھروں کو پھونک دیتے ہیں۔غریبوں کے محلوں سے ہی وہ چھرا گھونپنے والے نکلتے ہیں اور اندھا دھند پھر بغیر کسی تمیز کے جوان کے راستے میں آئے اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس لئے راہنما کا قصور ضرور ہے لیکن جب تک عوام گندے نہ ہو جائیں، جب تک عوام کے دل میلے نہ ہو جائیں اور ان کی سوچیں ٹیڑھی نہ ہو جائیں اور بداعمالی کیلئے تیار اور مستعد نہ ہوں اس وقت تک کوئی قوم کا سردار انہیں بدراہ پر ڈال نہیں سکتا۔

چنانچہ قرآن نے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان فرمایا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ کہ تم نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو۔وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ (المائدہ:۳) اثم اور عدوان پر تعاون نہ کرو یہ قوموں کی زندگی کا راز ہے۔وہ قومیں جن کے عوام اس اصول کو اپنا لیتے ہیں کہ جب ہمیں نیکی کی آواز دی جائے گی تو ہم دوڑتے ہوئے آگے آئیں گے، جب بدی کی طرف بلایا جائے گا تو ہم اپنے قدم روک لیں گے۔ان قوموں کو دنیا میں کوئی تباہ نہیں کر سکتا اور ان کے معاشرے میں یہ بھیانک واقعات رونما نہیں ہوتے جن کے نقشے ہم آج پاکستان میں دیکھ رہے ہیں۔اس لئے قرآن کریم کی بنیادی تعلیم کو بھلانے کے نتیجہ میں عوام سزاوار بنتے ہیں تو خدا سزا دیتا ہے اور محض یہ ایک رومانی بات ہے، جذباتی بات ہے کہ

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

غریب مارا جاتا ہے۔مارا تو جاتا ہے پر غریب کے ہاتھوں مارا جاتا ہے اور بالکل برعکس صورت پیدا ہو جاتی ہے اس مضمون سے جو ابھی اس آیت کا مضمون آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ قوم سے اٹھ جاتا ہے۔وَلَا تَعَاوَنُوْا کا لَا نکل جاتا ہے اور تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان باقی رہ جاتا ہے۔چنانچہ یہ منظر آپ کے سامنے ہے گیارہ سال ہو گئے ہیں قوم کو نمازوں کی طرف بلاتے ہوئے، قوم کو رشوت سے روکتے ہوئے، قوم کو ہر قسم کی بدیوں سے اسلام کے نام پر منع کرتے ہوئے خواہ دل سے کہا گیا یا زبان سے کہا گیا، کہا ضرور گیا اور بار بار کہا گیا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم ہے کہنے والوں کو کہ مسلسل قوم بدی اثم اور عدوان میں آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔مولوی کی طاقت کا راز اس بات میں ہے کہ وہ بدی کی طرف قوم کو بلائے جس وقت وہ بدی کی طرف بلانا چھوڑ دیتا ہے مولوی کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔اگر مولوی گھروں کو جلانے

کی تعلیم دیتا ہے تو جوق در جوق لوگ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ جب مولوی یہ تعلیم دیتا ہے کہ فلاں شیعہ کا گلا کاٹو، فلاں سنی کا گلا کاٹو، فلاں وہابی کا گلا کاٹو، فلاں احمدی کا گھر جلاؤ تو سارے سننے والے لبیک لبیک کہتے ہوئے مولوی کی آواز پر دوڑتے ہیں اور جب مولوی کہتا ہے یعنی اگر مولوی کہے کہ نماز پڑھو، خدا کا تقویٰ اختیار کرو، رشوت لینی چھوڑ دو، رشوت دینی چھوڑ دو، عیاشی کے اڈوں پر نہ جاؤ، نمازوں کیلئے مسجدوں میں حاضر ہوا کرو تو کوئی اس کی آواز نہیں سنتا۔ سارے پاکستان کا ملاں ایک فیصل آباد میں اکٹھا ہو جائے تو وہاں کے تاجروں کو دیانتداری نہیں سکھا سکتا۔ ایک محکمے پر ساری قوم کے ملاں کی توجہ مرکوز ہو جائے وہاں سے رشوت نہیں نکال سکتے۔

تو قرآن کریم کا یہ کمال ہے، ایسی عظیم کتاب ہے کہ مرض کی ایسی کھلی کھلی تشخیص کرتی ہے کہ یوں روز روشن کی طرح وہ مرض کھل کر انسان کے سامنے آجاتی ہے اور اس کا علاج بھی پیش کرتی ہے۔ پس یہ وہ آیت ہے جس کے مضمون کو الٹانے کے نتیجے میں یہ سارے فساد رونما ہوئے ہیں جو اپنی آنکھوں کے سامنے آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس قوم کو جس کو قرآن کریم متہم کر رہا ہو اس کو کون بچا سکتا ہے کیونکہ اصل گواہی کسی قوم کے خلاف قرآن کی گواہی ہوگی اور جب قرآن گواہی کیلئے کھڑا ہو جائے کہ فلاں قوم خدا کے کلام کی رو سے جو محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا ملزم بن چکی ہے تو پھر کوئی اس کو بچا نہیں سکتا۔ اس لئے دعا یہ کریں کہ گندی عادتیں درست ہوں اور دعا یہ کریں کہ احمدیت اور اس قوم کی راہ میں جو ظلم کی دیواریں کھڑی کی گئی ہیں وہ دیواریں منہدم ہوں۔

حقیقت یہ ہے اس مضمون پر سوچتے ہوئے ایک اور مضمون کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی کہ کیوں ایسا ہوتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی فاسد سر اور فاسد دل کو الگ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو دراصل وہ بدن پر رحم فرماتا ہے۔ جب بھی اپنے ہاتھ میں سرداری کے اختیارات لے لیتا ہے اور براہ راست کسی قوم کیلئے مصلح مقرر فرماتا ہے تو دراصل یہ اعلان ہوتا ہے کہ تمہارا سر سوچنے کے قابل نہیں رہا۔ تمہارا دل صالح خون پیدا کرنے کیلئے اور تمہاری رگوں میں دوڑانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے میں نے تمہارے سر اور دل بدل دیئے ہیں اب جو سر میں مقرر کرتا ہوں، جو دل میں تمہیں بخشتا ہوں اس کے پیچھے چلو۔ بدن جب اس کا انکار کرتا ہے تو پرانے سر اور پرانے دل کے ساتھ چمٹا رہ جاتا ہے اور پرانی لیڈر شپ پھر ایسے بدن کی ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔ **خدا تعالیٰ کی طرف سے عوام**

الناس پر رحم کیا جاتا ہے جب نئی سرداری عطا کی جاتی ہے۔ جب بھی نئے مصلح خدا قوموں کی طرف بھیجا کرتا ہے تو اس کی روح یہ ہے اس کا فلسفہ یہ ہے کہ عوام الناس پر رحم کیا گیا ہے ان کی حالت زار پر رحم کیا گیا ہے ان کو نئے سر عطا کیے گئے ہیں۔ لیکن اگر بدن نئے سر کا انکار کر دے اور بیمار اور فاسد سر کے ساتھ چمٹا رہنا قبول کر لے یا بضد ہو جائے کہ اس سے رابطہ نہیں توڑا جائے گا تو پھر خدا کا تو قصور نہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو قوم کی اصلاح کیلئے ایک سامان پیدا فرما دیا۔

پس ضروری ہے کہ اس فاسد دیوار کو توڑا جائے جو جماعت احمدیہ اور مسلمانوں کے درمیان کھڑی کر دی گئی ہے۔ جب تک جماعت احمدیہ کی روحانی لیڈرشپ یہ قوم قبول نہیں کرتی اس کے دن نہیں پھریں گے اور اتنا جھوٹ جماعت احمدیہ کے خلاف بولا گیا ہے کہ ان کو پہچان ہی نہیں رہی کہ سگی ماں کو سوتیلی ماں بنائے ہوئے ہیں اور سوتیلی ماں کو سگی ماں بنائے ہوئے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کے فتنے کی علامتیں ظاہر ہیں، روشن ہیں اور اسلام سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں۔ جماعت احمدیہ کا صالح نظام ان کی آنکھوں کے سامنے ہے اور ممتاز ہے۔ کسی اور نظام کو اس نظام سے مشابہت نہیں اور پھر بھی نہ دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔

اب اسلام کے نام پر جو دنیا میں فساد مچائے جا رہے ہیں اگر اسلام سے سچی ہمدردی ہو تو جہاں اسلام کی روح پر حملہ ہو رہا ہے وہاں یہ لوگ مستعد ہو کر اس کے مقابلہ کیلئے آگے نکلیں۔ جہاں اسلامی تعلیم پر حملہ ہو رہا ہو اور اسلامی اعمال پر حملہ ہو رہا ہو وہاں ان کے دفاع کیلئے لوگ آگے نکلیں لیکن ایسا کوئی نظام ان کے ہاں قائم ہی نہیں ہے۔ مثلاً جس طرح جماعت احمدیہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی دور دراز ملک میں کوئی بیہودہ حرکت کرتا ہے احمدی تو فوراً وہاں سے آواز پہنچتی ہے مرکز تک کہ فلاں آدمی کو ہم نے شراب میں دھت دیکھا ہے اور اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اور مرکز فوراً حرکت میں آجاتا ہے اور تحقیقات شروع ہوتی ہے اور اس کی اصلاح کی کاروائیاں شروع کی جاتی ہیں۔ کوئی عورت بے پردگی میں بے حیائی اختیار کر جائے یا برقع پہنتی تھی تو برقع چھوڑ دیا، چادر پہنتی تھی تو چادر اتار پھینکی، اس کی اولاد بے راہ ہو گئی۔ یہ تمام کی تمام باتیں فوراً ایک ایسے مرکز میں پہنچتی ہیں جو حساس ہے، جسے ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ صالح بدن اور صالح دماغ اور صالح دل کا یہ نظام ہوا کرتا ہے۔ ایک دور کی انگلی کو بھی کانٹا چبھے تو پہلے تکلیف دل اور دماغ میں محسوس ہوتی ہے پھر

اصلاحی ذرائع کیلئے بدن کی قوتوں کو حرکت میں لایا جاتا ہے۔ تو نہ کسی کو وہاں تکلیف پہنچتی ہے نہ قوتوں کو حرکت میں لایا جاتا ہے، کلیۃً بے حسی ہے اسلام کی روح سے اور کبھی بھی اس کی تکلیف محسوس نہیں کی جاتی۔

جس اسمبلی نے مثلاً جماعت احمدیہ کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا تھا وہی علماء جو اس میں بیٹھے ہوئے تھے اور بڑے فخر کے ساتھ ساری اسمبلی کے ممبروں کو اپنے ساتھ شامل کیا ہوا تھا وہ جانتے تھے اور آج بھی جانتے ہیں جو لوگ زندہ ہیں ان میں سے وہ جانتے ہیں کہ ان میں دہریہ موجود تھے، اسلام کا مذاق اڑانے والے موجود تھے۔ ان کے متعلق خود انہوں نے یہ فتوے دیے تھے کہ پکے بے دین اور کافر ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی گستاخی کرنے والے موجود ہیں۔ ان میں ایسے تھے جن کے متعلق علماء کہتے تھے کہ قرآن کریم کی انہوں نے ہتک کی ہے اور گستاخی کی ہے اور ایسے تھے جنہوں نے واقعۃً کی تھی۔ ان کو چھاتی سے لگا کر، ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر جماعت احمدیہ کو اسلام سے نکال کر باہر پھینکا گیا۔ کوئی حس اگر اسلام کے لئے ہوتی تو اسلام کے دشمنوں کے ساتھ کس طرح ملتے یہ۔ جانتے ہوئے کہ ان میں بھاری اکثریت وہ تھی جن کے متعلق آج کی صالحیت کی دعویدار حکومت کا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں قمار باز تھے، جوئے کی کمائی پر پلنے والے تھے، رشوت ستانی کرنے والے تھے، غریبوں کا خون چوسنے والے تھے، نمازوں سے بے بہرہ تھے، اسلام سے غافل تھے ہر قسم کی بدی کے متعلق ان کے متعلق وائٹ پیپر شائع کر دیا گیا اسی حکومت کی طرف سے جو آج کل قائم ہے۔ یہ وہ اسمبلی ہے جس کے فیصلے کو فخر سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اس اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو باہر نکالا ہے۔ پرانے شکووں کی خاطر میں اس بات کو نہیں دہرا رہا میں سمجھانا چاہتا ہوں قوم کو غور کیوں نہیں کرتے؟ کیوں آنکھیں نہیں کھولتے؟ کوئی تم میں رجل رشید باقی نہیں رہا جو ان سادہ باتوں کو سمجھ سکے۔

ملاں کو کوئی حس نہیں ہے اسلام کی۔ اسلام کی حس ہوتی تو نیندیں اڑ جاتیں اس ملک میں جہاں قتل و غارت ہو رہا ہے، جہاں چوری اور ڈاکہ زنی روزمرہ کی عادت بن چکی ہے، جہاں عزتوں کی کوئی حفاظت نہیں رہی، جہاں یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے والے ہاتھ کاٹے جا چکے ہیں، جہاں بیوگان کا کوئی سہارا باقی نہیں رہا۔ صرف باتیں ہیں اور قصے ہیں اور جس کا بس چلتا ہے جس جائیداد پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اس پر ڈالتا ہے اور حرام کو شیر مادر کی طرح جائز سمجھ کے استعمال

کرتا ہے۔ عدالتیں جھوٹ سے بھر گئی ہیں فیصلہ دینے والے مٹھیوں پر نظر رکھتے ہیں کہ مٹھیوں میں کیا بند ہے۔ یہ واقعات ہیں یا نہیں ملاں کو خدا نے محافظ بنایا تھا اگر وہ واقعۃً دین کا نمائندہ ہے۔ کس ملاں کے دل کو اس بات سے آگ لگی ہے، کس ملاں کی رات کی نیندیں حرام ہوئی ہیں؟ قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہاں احمدی کلمہ نہ پڑھ جائے کہیں۔ اس بات کیلئے جیتے، اس بات کے لئے مرتے ہیں کہ کسی احمدی کے منہ سے **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** نہ نکل جائے۔ اسلام کے اعمال کی حفاظت تو در کنار اسلام کے عقائد کی حفاظت کی بھی ان کو کچھ پرواہ نہیں۔

ایک دور تھا ہندوستان پر جبکہ یہاں کے سفید فام عیسائی وہاں چوہڑوں، چماروں میں سے سیاہ رنگ کے عیسائی پیدا کر رہے تھے اور پھر وہاں سے جو رو چلی تو اونچی ہوتی قوم کے بڑے بڑے علماء اور سیّد تک بھی جو آنحضرت ﷺ کی طرف جسمانی طور پر منسوب ہوتے تھے وہ بھی عیسائی ہونے لگ گئے لیکن بہر حال یہ درست ہے کہ بھاری اکثریت چوہڑوں، چماروں کی رہی اور وہ سفید آقا بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی شان میں شدید گستاخیاں کرتے تھے اور بدزبانی کرتے تھے اور یہ کالے عیسائی بھی اپنے آقاؤں سے بڑھ چڑھ کر بکواس کیا کرتے تھے اور ان علماء کو کوئی ہوش نہیں تھی۔ یہ علماء لکھتے ہیں کہ اگر میدان میں کوئی نکلا تو قادیان سے وہ دردمند دل نکلا، وہ عاشق دل نکلا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی محبت میں کلیۃً فدا ہونے کیلئے تیار اور مستعد رہا کرتا تھا۔ چاروں طرف سے عیسائی دنیا سے اس نے ٹکر لی، عظیم الشان معرکے کئے اور ان معرکوں میں معرکہ حق و باطل میں مباہلے بھی ہوئے اور ان مباہلوں کے وقت جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عزت و تکریم کی خاطر کئے گئے تھے مسلمان علماء عیسائیوں کے ساتھ ہو گئے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اس عاشق کو چھوڑ دیا۔

وہ آتھم کا مباہلہ آج بھی معروف و معلوم ہے۔ اس مباہلہ کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا اور اس بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو چیلنج دیا تھا۔ علماء عیسائیوں کے ہم نوا ہو کے صرف حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کرنے کی خاطر اس بات کو بھول گئے کہ مباہلہ تو رسول اکرم ﷺ کی سچائی اور پاکیزگی پر تھا اور اس بات کے اظہار کے طور پر تھا کہ خدا کو اس پاک وجود کی بڑی غیرت ہے۔

پس آج بھی وہی حالت ہے۔ ایک طرف پاکستان میں احمدی پر کلمہ پڑھنے کے الزام میں

مقدمے قائم کئے جاتے ہیں گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے، مارا جاتا ہے، اس کے کپڑے پھاڑ دیے جاتے ہیں، جوتیاں تک ماری جاتی ہیں عوام الناس کے سامنے اور ہر قسم کے عذاب دیتے ہوئے جیلوں میں ٹھونسا جاتا ہے اور مولوی نعرے لگاتے ہوئے گھر آتے ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھنے والے کا منہ بند کر دیا۔ دوسری طرف وہی چوہڑے عیسائی آج بھی پاکستان میں رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملے کر رہے ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے یہاں تو لفظ مسیح تو آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ مگر وہاں پر کالے عیسائی کے سامنے لفظ مسیح لکھا ہوا نظر آجاتا ہے۔ کوئی برکت مسیح ہے کوئی فلاں مسیح، کوئی ایرا مسیح، کوئی غیرا مسیح اور ہر ایرا غیرا حکومت پاکستان میں جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی اور آج اسلام کی علمبردار بنی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد پر حملے کئے جاتے ہیں اور تضحیک کی جاتی ہے آپ کو جھوٹا اور کاذب ثابت کیا جاتا ہے۔ کتابیں لکھی جاتی ہیں اور کسی مولوی کو کوئی غیرت نہیں آتی۔

ابھی ایک انصار اللہ کے رسالے میں جماعت احمدیہ کی طرف سے اسی ذلیل کتاب کا جواب شائع ہوا ہے بڑا ہی عمدہ، بڑا ہی مؤثر ہے اور کسی مولوی کو ہوش نہیں۔ ان کو اس بات پر دل آزاری ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو کہیں سچا نہ کہہ دے کوئی۔ جھوٹا کہنے والے پنپیں، پھلیں، پھولیں کوئی پرواہ نہیں اس کی۔ ان کو اسلام کا درد کہاں سے آگیا؟ اس لئے اس فاسد دیوار کو درمیان سے اڑانا پڑے گا۔ خدا کی تقدیر ہی اڑا سکتی ہے ہم اور تم اس کو نہیں اڑا سکتے۔

اس لئے میں نے مجبور ہو کر چیلنج دیا تھا۔ عوام کیلئے تو میرا دل آج بھی درد سے بھرا ہوا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ ظالم لوگ ان کو بھی نہ ساتھ لے ڈوبیں۔ لیکن دلی تمنا ہے اور جہاں تک میری سوچ کی تدبیریں تھیں وہ میں نے ساری اختیار کیں کہ کسی طرح عوام کو اس سے باہر نکال لوں اور گنتی کے چند رہ جائیں لیکن جب میں نے قرآن کریم کی ان آیات پر نظر کی جو میں نے ان میں سے ایک آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہے تو میرا دل ہول سے بھر گیا اور پھر یہ ساری باتیں میری آنکھوں کے سامنے آگئیں کہ واقعۃً عوام الناس شرارت کو خوابوں سے تعبیر کی دنیا میں اتارا کرتے ہیں، سازشوں سے عمل کی دنیا میں اتارا کرتے ہیں اس لئے وہ سزاوار بنتے ہیں۔ جب ایک انسان کسی پتھر کی دیوار کو ننگے پاؤں سے ٹھوکر مارے گا تو دماغ کو تکلیف تو ہوگی لیکن اس وجہ سے کہ پہلے اس پاؤں کو تکلیف ہوتی ہے جو دیوار سے ٹکراتا ہے۔ اب نارمل آدمی کے پاؤں کو بھی تکلیف ہوگی اور دماغ کو بھی ہوگی لیکن اگر

یہ پاؤں کسی پاگل سے جڑا ہو تو دماغ کے خواب وخیال میں بھی تکلیف نہیں آئے گی۔ وہ پاؤں بیچارا مارا جائے گا روندا جائے گا اور تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ یہ قوم کے ساتھ ان لوگوں نے حال کر دیا ہے۔ ان کی تکلیف کا دکھ بھی ہم اٹھاتے ہیں، ان کو کوئی حس نہیں ہے۔ جب وہ مارے جاتے ہیں جب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی تکلیف بھی جماعت احمدیہ کو پہنچتی ہے۔ وہ دماغ تکلیف اٹھا رہا ہے جس کے ساتھ بدن نے تعلق توڑ لیا ہے اور وہ دماغ اپنی عیاشیوں میں مبتلا ہے جس کے غلط احکام کی وجہ سے بدن کو ٹھوکریں لگ رہی ہیں۔ اس لئے اس مرض کا تو علاج نہ آپ کے قبضہ میں ہے نہ میرے قبضہ میں ہے۔ دعا کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے جہاں مباہلہ کی دعا کریں وہاں غریب عوام کی ہدایت کی دعا بھی کریں اور یہ دعا کریں کہ ان ظالموں کے خلاف بغاوت کر دیں ان جھوٹے سروں اور ان جھوٹے دلوں کو رد کر دیں، مردود کر کے ایک طرف پھینک دیں کہ تم ہمارے نہیں ہو اور خدا سے رحمت کی دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی صالح دل اور صالح دماغ ان کی خاطر پیدا کیے ہیں اس دور میں ان سے ان کو تعلق جوڑنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔